وقف کی تاریخ: ایک جائزہ

(History of Waqf: An Overview)

DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.21543383

*Hafiz Babar Ali
**Dr. Memoona Rafi Bajwa

Abstract

This article provides an overview of the history of Waqf, exploring its origins in Islam, when it became a formal institution, and which Muslim rulers significantly promoted Waqf during their reigns. The purpose of this article is to understand when this institution emerged in Islam, how it developed over time, and what changes it underwent. The history of Waqf is examined in different periods, such as: Waqf before Islam, History of Waqf in Islam, including Waqf in the Prophetic Era Waqf in the Era of the Companions, Waqf in the Era of the Rightly Guided Caliphs Waqf in the Umayyad Era, Waqf in the Abbasid Era, Waqf in the Fatimid Era Waqf in the Ottoman Era, Waqf in the Indian Subcontinent.

Each period is reviewed separately to provide a comprehensive understanding of Waqf's historical development.

***Key Words**:Waqf History,waqf institutions ,waqf in prophetic era,waqf in Subcontinent*

تمہید:

وقف کی تاریخ سے یہاں یہ مراد ہے کہ اسلام میں وقف کا آغاز کب ہوا؟اور وقف کا باقاعدہ ادارہ کب بنا؟ اور کون کون سے مسلم حکمران ہیں جن کے دور میں وقف کو زیادہ فروغ حاصل ہوا۔

وقف کی تاریخ:

یہاں وقف کی تاریخ کا جائزہ ادوار کی شکل میں بیان کیا گیا ہے مثلاً وقف قبل از اسلام، اسلام میں وقف کی تاریخ جس میں عہد نبوی میں وقف کی تاریخ، عہد صحابہ میں وقف کی تاریخ، عہد خلفائے راشدین میں وقف کی تاریخ، عہد بنوامیہ میں وقف کی تاریخ، عہد بنو عباس میں وقف کی تاریخ، عہد فاطمی میں وقف کی تاریخ، عہد عثمانیہ میں وقف کی تاتخ، برصغیر میں وقف کی تاریخ اور اسلامی جمہوریہ پاکستان میں وقف کی تاریخ کا الگ الگ جائزہ لیا گیا ہے۔

---

* Religious teacher, PhD scholar, Islamic studies,prison department, Punjab email I'd hafizbabarali2611@gmail.come.

**Associate Editor at Al -qamar international research journal.email I'd . dr.memoonarafibajwa@gmail.com.

قبل از اسلام وقف کا تصور:

اشیاء وقف کرنے کا تصور اسلام سے قبل بھی ہمیں ملتا ہے جیسا کہ خانہ کعبہ اور مسجد اقصی کی صورت میں آج بھی یہ نشانیاں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وقف کی تاریخ زمانہ قدیم سے ہی چلی آرہی ہے۔ لوگ غریب و مسکین لوگوں کے لیے اور عبادت گاہوں کے لیے اشیاء وقف کر دیا کرتے تھے تاریخ کی کتابوں سے ہمیں نظامِ اوقاف کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے کہ اشیاء وقف کرنے کا سلسلہ کافی قدیم ہے، جبکہ اسلام نے وقف کو باقاعدہ ایک ادارے کی شکل دی اور فقہاء نے اس کے قوانین و ضوابط مقرر کیے۔

الوقف معروف عند الامم السابقه قبل ظهور الاسلام و بعده ان الم يسم بهذاالاسم فالانسان فى القدم عرف المعابد ورصد عليها العقارات، والاراضى،للا نفاق عليها من غلتها، على القائمين بامرها ، ولا يفسر هذا الا على انه فى معنى الوقف[1]

(قبل از ظہور اسلام وقف سابقہ امتوں میں موجود تھا لوگ اپنی جائیدادیں اور زمینیں عبادت گاہوں کے لیے وقف کر دیا کرتے تھے لیکن وقف کے اس موجودہ نام سے وقف نہیں تھا۔)

اسلامی تاریخ میں ایسی بیشتر مثالیں پائی جاتی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اکثر ریاستی مسائل میں سے کثیر مسائل اوقاف کے ذریعے حل کیے جاتے تھے۔ موجودہ ترقی یافتہ دور میں بھی اوقاف کے ذریعے معاشی ضروریات پوری کی جاسکتی ہیں لہذا اسی بات کو مد نظر رکھتے ہوئے وقف کے آغاز سے لے کر موجودہ دور میں وقف کی صورت حال کو دیکھا جائے گا۔

اوقاف کی مثالیں ہمیں زمانہ قدیم میں ملتی ہیں:

ان فكره الوقف كانت موجوده قبل الاسلام عند كثير من الامم الكفاره فقد وجدت عند قدماء المصريين فكانت الاراضى ترصد على الالهه والمعابد، والمقابر و توخذ غلتها للنفقه عليها، كذلك ينفق على الكهنه والخدام من هذه الاموال وكان الناس وقتها مدفوعين الى هذا التصرف بقصد فعل الخير والتقرب الى الالهه كما زعموا وكان هذا الشئء موجوداً عند قدماء العراقين، وعند الرومان غيرهم۔[2]

(اسلام سے قبل امتِ کفار میں بھی وقف موجود تھا مصر کے قدیم لوگ اپنی زمینیں معابد اور مقابر کے اخراجات پورے کرنے کے لیے وقف کر دیا کرتے تھے، اور کارِ خیر کے لیے بھی وہ اپنی املاک کو وقف کرتے تھے اسی طرح عراق اور روم کے قدیم لوگوں میں بھی وقف کرنے کی مثالیں ملتی ہیں۔)

اگرچہ اسلام سے قبل ''وقف'' کا لفظ یوں مستعمل نہیں تھا لیکن مال و ملکیت کی بہت شکلیں موجود تھیں۔ جن میں خانقاہیں اور معابد وغیرہ کی چند شکلیں پائی جاتی تھیں۔ جیسا کہ کعبہ شریف وہ اول گھر ہے جو قبل از اسلام سے موجود ہے

جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا، جو بعد میں عوامِ عرب کیلیے عبادت گاہ ٹھہرا اور وہ لوگ اپنے قبائلی اختلاف کے باوجود ہر سال کعبہ کی طرف سفر کرتے تھے۔

لہذا کعبہ شریف وہ پہلا وقف تھا جسے اسلام سے پہلے پہلا مذہبی وقف شمار کیا جاتا ہے۔ اسلام سے قبل وقف کے وجود کے ثبوت کے لیے یہ ایک بہترین مثال سمجھی جاتی ہے۔

الوقف الكعبه المشرفه ، بكسوتها و عمارتها كلما تهدمت، و اول من كسا الكعبه ووقف عليها أسعد أبو كريب ملك حمير ۔[3]

(پہلا مذہبی وقف جو تاریخ میں نظر آتا ہے وہ بیت اللہ کا وقف ہے جو کہ وقف کی گئی پہلی عمارت تھی، اور پہلا وقف تھا۔)

یعنی زمانہ جاہلیت میں یا قبل از اسلام بھی لوگ وقف سے واقف تھے اور تاریخ میں جو پہلا مذہبی وقف شمار کیا جاتا ہے وہ بیت اللہ یعنی کعبہ شریف ہے جس کے مالک اللہ ہیں اور وہ تمام دنیا کے لوگوں کے لیے وقف ہے جو چاہے یہاں آکر اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کر سکتا ہے۔

تاریخ میں جو پہلا مذہبی وقف ثابت ہوتا ہے وہ کعبۃ اللہ ہے۔ جسے حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ نے اللہ کے حکم پر تعمیر کیا تھا۔ جسے پوری انسانیت کیے لیے تاقیامت وقف کر دیا گیا، جس سے آج تک دنیا مستفید ہو رہی ہے۔

لہذا اللہ کا گھر کعبہ پہلا مذہبی وقف شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن اس حوالے سے امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ قبل از اسلام وقف کا تصور نہیں تھا کیونکہ وقف کا تصور اسلام کے بعد آیا ہے۔

امام شافعیؒ قبل از اسلام وقف کی موجودگی کے قائل نہیں ہیں۔

امام شافعیؒ لکھتے ہیں:

لم يحبس اهل الجاهليه فيما علمته داراً ، ولا ارضاً بتدراً بحبسها، و انما حبس اهل الاسلام۔[4]

(اہل جاہلیت میں وقف (حبس) موجود نہیں تھا وقف کا آغاز اسلام آنے کے بعد ہوتا ہے۔)

امام شافعیؒ عہد جاہلیت میں وقف کی موجودگی کے قائل نہیں تھے یعنی کوئی چیز وقف خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کی جاتی ہے جبکہ عہد جاہلیت میں کفر و شرک تھا لہذا وقف کا آغاز اسلام آنے کے بعد ہوتا ہے۔ امام شافعیؒ بعد از اسلام وقف کے آغاز کے قائل ہیں۔

ان کے مطابق وقف سے مراد خاص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کوئی چیز بندگانِ خدا پر خرچ کرنا ہے چونکہ عہد جاہلیت میں تو شرک تھا ایک خدا کا تصور موجود ہی نہیں تھا لہذا جو چیزیں عہد جاہلیت میں وقف تھیں ان تمام اوقاف کو حضور ﷺ نے بعد میں باطل قرار دے دیا تھا۔

یعنی اوقاف کی زمانہ جاہلیت میں بھی کئی شکلیں موجود تھیں جن میں عبادت گاہوں کو دی گئی جگہیں وغیرہ شامل ہیں۔

عہد نبوی میں وقف کی تاریخ (بعد از اسلام):

حضور کے دور میں ہمیں وقف اور صدقہ و خیرات کرنے کے حوالے سے بے شمار مثالیں ملتی ہیں حضور نے خود اپنے عمل سے یہ ثابت کیا ہے کہ وقف کرنا باعث ثواب ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے مدینہ آکر سب سے پہلا کام جو کیا وہ مذہبی وقف تھا۔ اس دور میں وقف کا ادارہ باقاعدہ نہیں بنا تھا بلکہ صدقہ کی آیت نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ نے صحابہ کو صدقہ کرنے کی تلقین کی، بنیادی طور پر صدقہ کی بنیاد پر وقف کا تصور اسلام میں آیا ہے۔ اور وہ ساری شرائط جو صدقہ میں ہیں وہی وقف میں ہیں۔

حضور ﷺ نے پہلا وقف مسجد قبا بنا کر کیا لیکن اس معاملے میں فقہا میں اختلاف ہے کہ اسلام میں پہلا وقف کونسا تھا:

اس حوالے سے سلیمان بن الجاسر (سعودی عرب عالم) اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

و اما فعل النبوی ﷺ للوقف فقد ابتدا بمسجد قبا الذی اسسه النبی ﷺحین قدم الی المدینةقبل ید خلها ثم المسجد النبوی المدینة المنورة[5]

(حضور ﷺ نے پہلا وقف مسجد قبا کی تعمیر کی صورت میں کیا جو کہ حضور ﷺ نے مدینہ میں داخلے سے قبل تعمیر کروائی پھر دوسرا وقف آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ﷺ بنا کر کیا۔)

مسلمان تاریخ دانوں میں اولین وقف کے حوالے سے اختلافی آراء پائی جاتی ہیں۔ اکثر مسلم تاریخ دان جن میں ابن سعد، ابن حجر عسقلانی، خصاف اور اسماعیل بن کثیر شامل ہیں اسلام میں پہلا وقف اس یہودی کی جائیداد کو قرار دیتے ہیں جو کہ غزوہ احد میں قتل ہوا اور اس نے اپنی جائیداد وصیت کی تھی کہ اگر وہ مارا گیا تو اس کی ساری جائیداد حضرت محمد ﷺ کو ملے گی وہ اسے جہاں چاہے استعمال کرنے کے حقدار ہوں گے۔ لہذا اسلام میں جو پہلا وقف حضور ﷺ نے کیا وہ مخیریق نامی یہودی کی وصیت کی ہوئی جائیداد تھی جو حضور ﷺ سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔

ابن سعد الطبقات الکبری میں لکھتے ہیں:

اول صدقه فی الاسلام وقف رسول الله امواله قتل مخیریق باحد واوصی ان ا صبت فاموالی لرسول الله فقبضها رسول الله و تصدق بها[6]

(اسلام میں پہلا وقف حضور ﷺ نے کیا جو کہ ایک یہودی مخیریق کی جائیداد تھی وہ حضور ﷺ سے بڑی عقیدت رکھتا تھا لہذا اس نے وصیت کی کہ اگر وہ مارا گیا تو اس کی جائیداد حضور ﷺ کو دے دی جائے تو حضور ﷺ نے اس پر قبضہ کر لیا اور اسے وقف کر دیا۔)

یعنی ابن سعد الطبقات الکبری میں اسلام میں پہلا وقف یہودی کی اس جائیداد کو قرار دیتے ہیں جس کی وصیت اس نے مرتے وقت کی تھی کہ یہ جائیداد اس کے مرنے کے بعد حضور ﷺ کو دے دی جائے تو حضور ﷺ نے اس جائیداد پر قبضہ کر لیا اور اسے عام و خاص کے لیے وقف کر دیا۔

اسی بات کو ابن حجر العسقلانی نے اور ابن کثیر نے بیان کیا ہے اور اسی واقعہ کو اسلام میں پہلا وقف قرار دیا ہے۔

فتح الباری میں ابن حجر العسقلانی اور السیرۃ النبویۃ میں ابن کثیر اس روایت کو بیان کرتے ہیں:

مخيريق وهي سبعة حوائط بالمدينة أوصى إن هو قتل يوم أحد فهي لمحمد (يضعها حيث أراه ه اللّه تعالى، وقد قتل يوم أحد وهو على يهوديته فقال النبي (:(مخيريق خير يهود (وقبض النبي (تلك الحوائط السبعة وجعلها أوقافاًبالمدينة للّه وكانت أول وقف بالمدينة[7]

(مخیریق جو کہ غزوہ احد میں مارا گیا تھا اس کے سات باغ تھے اس نے یہ وصیت کی تھی کہ اگر وہ مارا گیا تو اس کے باغ حضرت محمد ﷺ کی ملکیت ہوں گے لہذا جب وہ غزوہ احد میں مارا گیا تو اس کے سات باغات حضور ﷺ کی تحویل میں آ گئے اور آپ نے وہ باغ عامتہ الناس کے لیے وقف کر دیے جو کہ مدینہ منورہ میں آنے کے بعد آپ ﷺ کا پہلا وقف تھا۔)

لہذا اسلام میں پہلا وقف وہ املاک تھی جو ایک مخیریق یہودی کی جائیداد تھی جو اس نے وصیت کی تھی کہ اس کے مرنے کے بعد یہ جائیداد حضور ﷺ کو دے دی جائے پس حضور ﷺ نے اس پر قبضہ حاصل کر لیا اور اسے صدقہ (وقف) کر دیا۔

حضور ﷺ نے دوسرا وقف جو قائم کیا وہ حضور ﷺ کی وہ جائیداد تھی جو کہ خیبر میں تھی جو تاریخ میں باغِ فدک کے نام سے معروف ہے۔

بعث يهود فدك الى رسول الله حين افتتح خيبر فقالوا: اعطنا الامان منک وهی لک فبعث اليهم محيصه بن حرام فقبضها فكانت له خاصه و صالحه اهل الوطيح وسلالم من اهل خيبر على الوطيح وسلالم و هی اموال خيبر فكانت له خاصه، و خرجت الكتيبه من الخمس، وهی مما يلی الوطيح وسلالم ، فجعلت شئياً واحد، فكانت مما ترک رسول الله من صدقاته، وفميا اطعم ازواجه [8]

(جب خیبر فتح ہوا تو یہودیوں نے فدک کی زمین آپ ﷺ کو امان دینے کے عوض دے دی تو آپ ﷺ محیصہ بن حرام کو اس پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا اور اس مالِ خیبر میں سے حضور ﷺ نے ایک حصہ خمس رکھا اور وطیح سلالم کو ملا اور باقی حضور ﷺ نے صدقہ کر دیا جس میں سے آپ ﷺ کی ازواج کا بھی خرچہ چلتا تھا۔)

لہذا اسلام میں صحابہ میں جو پہلا وقف شمار کیا جاتا ہے وہ حضرت عمرؓ کا ہے جو انہوں نے خیبر میں اپنی زمین عامتہ الناس کے لیے وقف کر دی تھی جو کہ حضور ﷺ نے ان کو عطا کی تھی۔ یہ حدیث بنیادی طور پر وقف کے لیے اصول فراہم کرتی ہے یعنی اس حدیث میں حضور ﷺ کے یہ الفاظ کہ اس عطیہ کردہ زمین کو ایک دفعہ اللہ کی راہ میں دے دینے کے بعد واقف کا اس میں سے سروکار ختم ہو جاتا ہے اور واقف اس کا ثمر مخلوقِ خدا کو عطیہ کرتا ہے اور اس کی اصل کو اللہ کی ملک میں روک لیتا ہے یعنی اصل زمین و ملکیت اللہ کی ہو جاتی اور واقف کی ملکیت سے نکل جاتی ہے۔

اس کے حوالے سے امام نووی صحیح مسلم میں حدیث عمر کی تشریح کے ضمن میں لکھتے ہیں:

فی شرح هزا الحديث :فيه دليل لصحة اصل الوقف وعظيم ثوابه [9]

(وقف کی اصل یہ حدیث ہے جو اس کی دلیل ہے اور اس کا بہت بڑا ثواب ہے۔)

یعنی حدیث عمر وقف کی اصل بنیاد فراہم کرتی ہے جس کی روشنی میں قوانین وقف بنیں ہیں۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم دونوں میں صحیح سند کیساتھ روایت کی گئی ہے اور اسے صحیحین کا درجہ دیا گیا ہے۔ یعنی اسی حدیث کی بنیاد پر وقف کا قانون بنایا گیا اور اسی میں بیان کردہ شرائط کو آج تک وقف کی شرائط تصور کیا جاتا ہے۔

وہ اسی حدیث کی تشریح میں مزید لکھتے ہیں:

فی هذا الحديث دليل على صحة اصل الوقف وانه مخالف لشوائب الجاهليه[10]

(یہ حدیث وقف کی اصل ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج طریقہ کے خلاف تھا۔)

یعنی زمانہ جاہلیت میں اس قسم کے وقف کی مثال نہیں ملتی۔ اور یہ حدیث جو حدیث عمر کے نام سے مشہور ہے یہی حدیث قانون وقف کی بنیاد ہے اسی کے مطابق وقف کے اصول و ضوابط طے کیے گئے ہیں۔ اس حدیث کے الفاظ آج تک قانون وقف کے لیے بطور سند استعمال ہوتے ہیں۔

حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

ابن عمر رضي الله عنهما الذي يقول فيه أصاب عمر بخيبر أرضاً، فأتى النبي(فقال: أصبت أرضاً، لم أصب مالاً قط أنفس منه، فكيف تأمرني به؟ قال:)إن شئت حبست أصلهاوتصدقت بها)، فتصدق عمر: أنه لا يباع أصلها، ولا يوهب، ولا يورث، في الفقراء والقربى،والرقاب، وفي سبيل ه اللّه، والضيف، وابن السبيل، لا جناح على من وليها أن يأكل منها بالمعروف، ويطعم صديق اً غير متمول فيه 11

(حضرت ابن عمر راوی ہیں کہ حضرت عمرؓ کو خیبر میں کچھ اراضی ملی وہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر خدمت ہوئے اے اللہ تعالٰی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خیبر میں اراضی ملی ہے، مجھے اس سے بہتر مال کبھی حاصل نہیں ہوا، آپ اس

کے متعلق مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اس کی اصل کو روکے رکھو اور اس کا منافع صدقہ کر دو، لیکن اس کی اصل کو نہ تو ہبہ کیا جائے گا، اور نہ وہ وراثت بنے گا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے فقراء و مساکین اور رشتہ داروں، غریبوں، اللہ کے راستے، مسافروں اور مہمانوں کے لیے وقف کر دیا۔)

لہذا وپر بیان کی گئی حدیث متفق علیہ حدیث ہے جس سے عہد نبوی میں وقف کی تاریخ اور اس کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ حدیث وقف کے جواز پر ایک مضبوط دلیل کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔

لہذا اسلام میں اور صحابہ میں جو پہلا وقف شمار کیا جاتا ہے وہ حضرت عمرؓ کا وقف ہے۔ فقہا میں اسلام میں پہلے وقف کے حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے لہذا ابن خزیمہ صحیح ابن خزیمہ میں ہے:

ان اول تصدق بها فى الاسلام صدقه عمر بن الخطاب و ان عمر قال لرسول الله ان لى مالا و انا اريد ان اتصدق به فقال رسول الله حبس اصله و سبل ثمره قال: فكتب[12]

(اسلام میں پہلا وقف عمر بن الخطاب کا صدقہ تھا اور عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس یہ جائیداد ہے جسے میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں پس حضور ﷺ نے کہا اس کی اصل روک لو اور اس کا ثمر صدقہ کر دو۔)

لہذا اسلام میں صحابہ میں پہلا وقف حضرت عمرؓ کی خیبر کی جائیداد تھی۔

اس کے بعد صحابہ کرامؓ میں دوسرا وقف حضرت عثمانؓ کا ہے جو کہ انہوں نے مدینہ منورہ میں ایک میٹھے کنویں (بئر رومہ) کو ایک یہودی سے خرید کر عام مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا اس کنویں کا نام بئر رومہ تھا۔

وقف عثمان : حيث انه لما حصر و احيط بداره اشرف على الناس فقال : انشدكم بالله ، اتعلمون ان رسول الله ، لما قدم المدينه لم يكن بها بئر يستعذب الا بئر رومه ، فقال رسول الله من يشتريها من خالص ماله فيكون دلوه فيها كدلا ء المسلمين ، وله خير منها فى الجنه، فاشتريتها من خالص مالى فانتم تمنعونى ان اشرب منها[13]

(جب حضور ﷺ صحابہ کرامؓ کے ہمراہ مدینہ تشریف لائے تو مسلمانوں کے لیے کوئی ایسا کنواں نہیں تھا جس سے وہ پانی پی سکیں لہذا حضور ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو اس کنواں کو خرید کر وقف کر دینے کو کہا تو حضرت عثمانؓ نے اس کنویں کو ایک یہودی سے خرید کر اسے عام اور خاص مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔)

لہذا ان امثال سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور ﷺ خود صحابہ کرامؓ کو اشیاء وقف کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ اور اس کو انسان کی فلاح کا ذریعہ قرار دیتے تھے۔ لیکن اس دور میں ابھی وقف کی اصطلاح رائج نہیں تھی اور نہ ہی وقف کا کوئی باقاعدہ ادارہ قائم کیا گیا تھا لیکن وقف کے شرائط و ضوابط اسی دور میں متعین ہوئے۔

اس دور میں جو اشیاء، ملکیت یا زمین وقف کی گئیں انہیں صدقہ میں شمار کیا جاتا تھا لیکن حدیث عمر کی صورت میں وقف

کے قانون کی داغ بیل ڈال دی گئی تھی۔

خلفائے راشدین کے دور میں وقف کی تاریخ:

خلفائے راشدین کے دور میں چونکہ سلطنت اسلامیہ وسیع ہو گئی تھی لہذا وقف کو مزید فروغ حاصل ہوا اور خاص طور پر حضرت عمرؓ کے دور میں سلطنت اسلامیہ کے مختلف شہروں میں مساجد بنوانے اور مساجد کو وسیع کرنے کے حوالے سے بہت کام ہوا۔

وقف کی مثالیں ہمیں حضور ﷺ کے دور سے ہی ملتی ہیں تاہم خلفائے راشدین کے دور میں وقف کا باقاعدہ آغاز ہوا لیکن باقاعدہ وقف کے حوالے سے کوئی محکمہ موجود نہیں تھا۔ محض خلیفہ کے حکم پر ہر صوبہ کا گورنر عوام الناس کی بھلائی کے لیے خیراتی اور فلاحی کام کرتا تھا۔

خلفائے راشدین کے دور میں حضرت عمر کا دور ایسا دور تھا جس میں وقف پر کافی توجہ دی گئی بلکہ ہر شعبہ زندگی کو فروغ حاصل ہوا۔ لیکن مجموعی طور پر چاروں خلفا کے دور میں وقف کے حوالے سے کام ہوا ہے:

في عصر الخلفاء الراشدين بالأوقاف العامه والتى من اهمها[14]

(خلفائے راشدین کے دور میں اوقاف عامہ موجود تھے۔)

یعنی خلفاء اربعہ کے دور میں وقف پر کافی توجہ دی گئی اور عامتہ المسلمین کے لیے چیزیں وقف کی گئیں تھیں۔ اور لوگوں کے لیے رفاہی کاموں کا اہتمام کیا گیا تھا۔

یعنی اس دور میں وقف کے ادارے موجود تھے اس دور میں مساجد پر زیادہ تر وقف کیا گیا۔ مساجد کی توسیع کی گئی اور نئی مساجد تعمیر کروائی گئیں۔

وتطلّب ذلک توجه الناس للنشاطات المختلفه فى مجال البر والاحسان وكان من اثر ذلک ان كثرت الاوقاف الاسلاميه فى مختلف المجالات[15]

(خلفائے راشدین کے دور میں مملکت اسلامیہ کے مختلف شہروں میں اوقاف کے ادارے موجود تھے۔)

حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور میں مساجد کو وسیع کرنے کے حوالے سے مملکت اسلامیہ میں کافی کام ہوا اور اس دور میں خلفائے راشدین نے مساجد پر مال وقف کیا اور مساجد بنوائیں بھی اور مساجد کی توسیع بھی کی۔ یعنی یہ دور مساجد پر ملکیت اور اشیاء قف کرنے کا دور تھا اس دور میں مساجد کا وقف کرنے کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ دور اسلام کا ابتدائی دور تھا چونکہ حضرت عمرؓ کے دور میں سلطنت اسلامیہ نے فتوحات کی وجہ سے وسعت اختیاری کی تھی جس کی وجہ سے عرب سے باہر جو علاقے فتح ہوئے تھے وہاں مساجد کی تعمیر ضروری تھی:

ان ایقاف المساجد فی عصر الراشدین بلغ ذروته، حیث کانت المساجد مربوطه بالخلفاء الراشدین ، والامراه، مباشره، فهم ائمه المساجد ، والجوامع الکبری ففی زمن عمر کثرت المساجد ، امر ببنائها فی مختلف الا مصار الاسلامیه [16]

(خلفائے راشدین کے دور میں مساجد کو وسیع کرنے کے حوالے سے کام ہوا یعنی مساجد کی توسیع پر مال وقف کیا گیا۔)

لہذا خلفائے راشدین کے دور میں مسجد الحرام اکی خاص طور پر توسیع کی گئی جس کی توسیع میں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ پیش پیش تھے:

کما ان عمر قد قام بتوسعه المسجد الحرام حیث اشتری بعض الدور المجاوره له و ادخلها فی[17]

(حضرت عمرؓ کے دور میں مسجد الحرام کی توسیع کی گئی اوران کے ساتھ منسلک بہت سے مکانات خرید کر مسجد کی توسیع کر دی گئی۔)

اس کے علاوہ بھی حضرت عمرؓ کے دور میں کافی رفاہی کام ہوئے ہیں جن سے عوام الناس کو فائدہ حاصل ہوتا رہا، حضرت عمرؓ کادور سلطنت اسلامیہ کاایک شانداراور ترقی یافتہ دور تھا۔ مثلاً گورنر سعد بن ابی و قاصؓ نے مسجد کوفہ بنانے کا حکم دیا:

فقد امرسعد بن ابی و قاص بتاسیس مسجد الکوفه[18]

(پس سعد بن ابی و قاص نے مسجد کوفہ بنانے کا حکم دیا)

یعنی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ اس دور میں گورنر خیراتی اور فلاحی کام کرتا تھا لہذا حضرت سعد بن ابی و قاصؓ جو کہ ایک جلیل القدر صحابی تھے انہوں نے مسجد کوفہ بنانے کا حکم دیا گیا۔

حضرت عمرؓ کے دور میں مساجد کے علاوہ شہریوں کی فلاح و بہبود کے لیے بھی مال وقف کیا گیا تھا۔ اسی طرح ہجرت کے دور میں حضرت سعد بن ابی و قاصؓ کوفہ کے گورنر تھے انہوں نے نہر کوفہ نکالی:

أمر سعد بن ابی وقاص ان یحفر نهراً لاهل الکوفه[19]

(حضرت سعد بن ابی و قاصؓ نے نہر کوفہ نکالنے کا حکم دیا۔)

اسی طرح حضرت ابو موسی اشعریؓ جن کو حضرت عمرؓ نے بصرہ کا گورنر بنایا تھا انہوں نے بصرہ میں نہر کھدوائی جس سے عوام الناس کو یکساں فائدہ حاصل رہا:

و قد امر ابا موسی الاشعری کذلک بحفر نهر لاهل البصره اثنا ولایته لها[20]

(پس حضرت ابو موسی اشعریؓ بصرہ میں نہر نکالنے کا حکم دیا۔)

حضرت موسی اشعریؓ حضرت عمرؓ کے دور میں بصرہ کے گورنر تھے اس لیے انہوں نے بسرہ میں نہر کھودنے کا حکم دیا جو

کہ ایک فلاحی اور نیکی کا عمل تھا اور جس سے عامتہ الناس کو فائدہ تھا، لہذا حضرت عمرؓ کے دور میں عام لوگوں کے لیے اشیاء وقف کرنے کی بہت ساری مثالیں ملتی ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپؓ نے رفاہی کاموں کے لیے اپنے گورنروں کو حکم دے رکھا تھا اور خود بھی رفاہی کام کرتے رہے۔

اسی طرح حضرت عثمانؓ کے دور میں بھی کافی رفاہی کام ہوئے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے مسجد الحرام کی توسیع کروائی چونکہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ خلفائے راشدین کے دور میں مساجد پر مال وقف کیا گیا اور مساجد کی توسیع کا کام بکثرت ہوا:

ان عثمان قدوسع المسجد الحرام [21]

(حضرت عثمانؓ کے دور میں مسجد الحرام کی توسیع کا کام ہوا۔)

حضرت عثمانؓ کے دور میں مسجد الحرام کی توسیع کا کام ہوا یعنی اس دور میں مساجد کی تعمیر و توسیع پر کافی مال خرچ کیا گیا۔

کما ان علی قد قام ببناء عدد کبیر من المساجد فی مناطق مختلفه[22]

(حضرت علیؓ نے مختلف علاقوں میں بہت سی مساجد تعمیر کروائیں۔)

یعنی حضرت عمرؓ سے لے کر حضرت علیؓ تک مساجد کی تعمیرات اور ان کی توسیع پر ہی مال وقف کیا جاتا رہا کیونکہ اس دور میں مساجد کا قیام اشد ضروری تھا کیونکہ اسلام ابھی پھیل رہا تھا۔

مندرجہ بالا بیان کردہ حقائق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے خلفائے راشدین نے بھی وقف کے اوپر کافی توجہ دی اور س اور عوام الناس کے لیے بہت سارے رفاہی کام کیے جن میں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے رفاہی کام قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور میں مسجد نبوی کی توسیع کا کام ہوا جو کہ ایک مذہبی وقف تھا اس کے علاوہ حضرت عمرؓ کے دور میں صحابہ کرامؓ جن کو مختلف شہروں کا گورنر بنایا گیا تھا انہوں نے حضرت عمرؓ کے حکم پر مختلف شہروں میں مسافر خانے، اور نہریں کھدوائیں۔

اموی دور:

چونکہ دورِ اموی میں سلطنت عثمانیہ وسعت اختیار کر گئی اس لیے وقف سمیت ہر شعبہ نے بڑی ترقی کی، دورِ اموی میں اسلامی مملکت کی سرحدیں مصر اور شام تک پہنچ چکی تھیں لہذا مال کی کثرت کے باعث اموی حکومت نے بہت سے اوقاف کے ادارے بنائے جن سے فقراء و مساکین کی ضروریات پوری ہوتی تھیں:

لقد ازدهرت الاوقاف فی العصر الاموی ازدهاراً عظیماً، وذلک فی مصر و الشام و غیرهما من البلاد المفتوحه، و ذلک بسبب کثره الاموال التی تحصل علیها المجاحدون من الفتوحات

الاسلامیہ ، و کان من ثمارلک ، ان اتسعت مجالات الوقف فی ذلک العصر ۔ فلم یعد الوقف قا صراً علی جہات الفقراء والمساکین فقط بل تعدی ذلک الی بنا ء دور العلم والانفاق علی طلاب العلم ، و انشاء المساجد د الدور الخیریہ[23]

(پس دورِاموی میں اوقاف کے ادارے نے ترقی کی، مفتوحہ علاقوں میں جیسا کہ مصر اور شام میں فتوحات اسلامیہ کی کثرت کی وجہ سے مالِ غنیمت بھی مجاہدین کو بکثرت ملا لہذا اس مال کے منافع سے اس دور میں بہت سے علاقے (اراضی) وقف کیے گئے اس وقف سے فقراء اور مساکین پر خرچ کیا گیا حتی کہ علم کے حصول کے طالب علموں اور مساجد کی تعمیر پر خرچ کیا گیا۔)

یعنی دورِ بنوامیہ میں وقف کے ادارے نے کافی ترقی کی جیسا کہ اس دور میں فتوحات بھی بہت ہوئیں اور مالِ غنیمت میں زمینیں بھی کافی حاصل ہوئیں تو ان زمینوں میں بہت ساری املاک وقف بھی کی گئیں جن میں علم کی خاطر اور مساجد کی خاطر مال خرچ کیا گیا یعنی غریب اور مستحق طلبا کو خرچ دینا اور مسجد کی تعمیر کرنا وغیرہ۔

بنوامیہ کے دور میں پہلا باقاعدہ وقف کا ادارہ وجود میں آیا:

و قد ولی قضاء مصر فی زمن ہشام بن عبد الملک (توبہ بن نمر بن حومل الحضرمی ۱۲۰ھ) فقال : ما اری موضع ہذہ الصدقات الا الی الفقراء ، المساکین ، فاری ان اضع یدی علیہا حفظاً لہا من الثواء و التوارث [24]

(اور پس اموی خلیفہ ھشام بن عبدالملک کے دور میں یعنی بنی امیہ کی حکومت کے دور میں توبہ بن نمر بن حومل حضرمی مصر کا قاضی ہوا اس نے کہا: مصر کے صدقات فقیر و غریب لوگوں کیلیے ہیں اور مجھے مصلحت اسی میں نظر آرہی ہے کہ موقوفات کے امور میں مداخلت کروں تاکہ تملک یا وراثت کے راستے یہ موقوفات ختم نہ ہو جائیں۔)

توبہ بن نمر کے دنیا سے جانے سے پہلے قاضیِ شہر کی نظامت میں اوقاف کا انتظام چلانے کے لیے ایک مستقل ادارہ بن گیا اور وہ پہلا شخص تھا جس نے خصوصی طور پر اوقاف کے ثبت کرنے کا حکم جاری کیا۔

اور یوں بنوامیہ کے دور میں وقف کو فروغ حاصل ہوا۔ جس کا سربراہ شہر کا قاضی ہوتا تھا۔

یعنی امویوں کے دور میں وقف کے ادارے موجود تھے۔

ویعد ہذا الدیوان اول تنظیم لاوقاف لیس فی مصر فحسب بل فی الدولہ الاسلامیہ کافہ، و صار من المتعارف علیہ فی ذلک العصر، ان یتولی القضاہ النظر[25]

قاضی توبہ بن نمر بن حومل الحضرمی پہلا شخص تھا جس کی زیرِ نگرانی پہلا وقف کا باقاعدہ ادارہ اسلامی مملکت کے شہر مصر میں بنایا گیا اور متولی وقف قاضی کے زیرِ نگرانی ہوتا تھا۔)

یعنی عہد بنوامیہ میں پہلا باقاعدہ ادارہ جو بنایا گیا وہ قاضی (جج) توبہ بن حومل حضرمی کی قیادت اور حکم پر بنایا گیا جو کہ مصر کا جج تھا اور اسی نے متولی وقف کو عدالت کے تابع کیا کہ وہ قاضی کو امورِ وقف کا جوابدہ ہوگا۔ یعنی وقف کے ادارے کے اوپر مکمل نگرانی کا نظام بنانے والا پہلا شخص وہی تھا۔ اگر قاضی متولی کو کہیں اوقاف کی حفاظت میں غافل پاتا تو قاضی بذاتِ خود متولی کا احتساب بھی کرتا۔ یعنی یہاں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وقف کے معاملات میں احتساب کا نظام دور اموی میں موجود تھا۔ جو کہ ایک اجتہادی امر تھا۔ یعنی اوقاف پر متولین (نگران) تعینات کرنے کا باقاعدہ آغاز بنوامیہ کے دور سے ہوتا ہے جس کا مقصد اوقاف کی ملکیت کی محض حفاظت کرنا ہے۔ اوقاف کی ملکیت پر متولین کا تقرر کسی نص قطعی سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک اجتہادی معاملہ ہے کہ اوقاف کی ملکیت کی حفاظت کے لیے متولی کا تقرر اس ملکیت کے بہتر استعمال میں مدد دے گا۔

و قد كان القضاه فی بغداد و غیرها من حواضر العالم الاسلامی یتولون الاشراف علی الاوقاف بانفسهم و یحاسبون المتولین علیها، ماذا راو منهم ای تقصیر، او تهاون فی حفظ الاوقاف و صیا نتها قاموا بتادیبهم ولاخذ علیهم [26]

(اور پس بغداد کے قاضیوں نے اوقاف کے اداروں کے اوپر متولی اوقاف کی حفاظت کے لیے مقرر کیے تھے اگر اوقاف کے متولی وقف کردہ اشیاء کی حفاظت سے غفلت برتتے تو وہ ان متولیوں کا بذاتِ خود احتساب بھی کیا کرتے تھے۔ لہذا ان اوقاف کے اداروں میں نظم وضبط ہوتا تھا۔)

یعنی عراق میں وقف کا جو ادارہ موجود تھا اس کے اوپر اس کی حفاظت کے لیے متولین کا تقرر کیا گیا تھا اور متولین وقف کا احتساب قاضی وقت کر سکتا تھا یعنی ان کا احتساب کیا جاتا تھا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اوقاف کا ادارہ اپنے امور میں آزاد نہیں تھا بلکہ متولین اپنے اپنے علاقے کے قاضیوں کو جوابدہ تھے۔

نیز وقف کے ادارے کے نظم وضبط کا بھی خیال رکھا جاتا تھا۔ بنوامیہ کے دور میں وقف پر خاصی توجہ دی گئی اور باقاعدہ وقف کے ادارے کی تشکیل بنوامیہ کے دور میں ہی ہوئی۔

اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک وہ پہلا حکمران تھا جس کے دور میں مساجد کی تعمیرات پر بہت وقف کیا گیا:

لقد شهدت البلاد الاسلامیه فی عصر الولید بن عبد الملک بعڈ الاعمال و منها:

(سلطنت اسلامیہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ولید بن عبدالملک کے دور میں اس کے بعد اعمال میں سے کچھ یہ ہیں۔)

1۔اقامة المارستان و دار المرضی[27]

(سکول اور ہسپتال قائم کیے۔)

2۔اقامة غرف حجز المجزومین و اجراء الارزاق لهم[28]

(نادار لوگوں کے لیے کمرے بنوائے اور ان کے لیے کھانے کا بندوبست کیا۔)

3-۔توظیف لکل مقعد عاجز خادم یرعاہ[29] (ہر بے بس کو ملازمت دی۔)

4۔ اعطاء کل اعمی (کفیف) قائدا۔[30] (ہر اندھے کو ایک رہنما دیا۔)

- 5۔ اقامۃ الخانات لاستقبال الضیوف المسافرین۔[31]

(مسافروں اور مہمانوں کے استقبال کے لیے جگہ بنوائیں۔)

یعنی اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک کے دور میں وقف پر خصوصی توجہ دی گئی اور اس نے رفاہی کاموں کے لیے کافی اراضی اور ملکیت وقف کی۔ ولید بن عبد الملک وقف کے حوالے سے کافی سخاوتی انسان تھا اور اس کے دور میں نہ صرف وقف پر توجہ دی گئی بلکہ فتوحات اسلامیہ میں بھی اضافہ ہوا۔ لہذا اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک ایک لائق اور معاملہ فہم انسان تھا جس کے دور میں مملکت اسلامیہ نے کافی ترقی کی۔ اور وقف کے ادارے کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ اور اس کے دور میں ہر کس و ناکس کو روزگار ملا یعنی اس کے دور میں وقف کے حوالے سے کافی کام ہوا۔ اس کے دور میں مسافر خانے، ہسپتال اور رفاہی ادارے قائم کیے گئے جن سے ہر مستحق مستفید ہو سکتا تھا۔

عباسی دور:

بنو امیہ کی حکومت کے زوال کے بعد بنو عباسیہ کی حکومت آتی ہے۔ اس دور میں بھی وقف کے ادارے کو بہت فروغ حاصل ہوا۔

دورِ عباس میں وقف نے مزید فروغ حاصل کیا اور اس دور میں فقراء و مساکین کے لیے اور طالب علموں کے لیے بہت سی اشیاء وقف کی گئیں یعنی اس دور میں علمی حوالے سے کافی کام ہوا اور علمی وقف بہت ہوا، اس دور میں اموی حکمرانوں خاص طور پر خلیفہ ہارون الرشید اور مامون الرشید کے دور میں کافی علمی وقف کیا گیا یعنی کتب خانوں اور مکتبوں پر خرچ کیا گیا اور عامتہ الناس کے لیے لائبریریاں بنائی گئیں۔

یعنی اس دور میں علمی، مذہبی، اور رفاہی کاموں میں املاک، اور پیسہ خرچ کیا گیا۔

جیسا کہ درج ذیل ہے:

لقد توسع نظام الوقف فی العصر العباسی ، فلم یعد الوقف قاصراً علی جھه الفقراء والمساکین او طلاب العلم ، بل تعدی ذلک الی تاسیس المکتبات ولانفاق علیها ، و انشاء المصحات و کانت مخصصه لعلاج المرضی بالمجان ، و کذلک انشاء الدور لسکن الفقراء و المساکین ۔[32]

(دورِ عباسی میں وقف نے مزید وسعت اختیار کی، فقراء و مساکین اور طالب علموں کے لیے بہت کچھ وقف کیا گیا حتی کہ مکتبوں پر خرچ کیا گیا یعنی علمی وقف کیا گیا اور لاعلاج مرضوں کے معالجات کے حوالے سے کافی وقف کیا گیا۔)

تاریخی حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس دور میں علمی وقف پر خاصی توجہ دی گئی، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ بنو عباسیہ میں فقراۃ، مساکین، اور طالب علموں پر وسیع وقف کیا گیا۔

پہلی اسلامی اکیڈمی جس کا نام بیت الحکمت تھا اس دور میں بنائی گئی اور علم کو عام کر دیا گیا اور علاج و معالجے کے حوالے سے کافی علمی کام ہوا۔ اس دور میں علاج معالجے کے لیے مفت شفاء خانے بھی بنوائے گئے۔

اسی طرح تاریخ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ دورِ عباس میں رفاہ عامہ کے حوالے سے بھی کافی وقف کیا گیا۔

كذالك في العهد العباسى كان لاداره الوقف رئيسا يسمى(صدر الوقوف) انيط به الاشراف على ادارتها و تعين الاعوان لمساعدته على النظر عليها، و فى عهد المامون الخليفه العباسى نظم قاضيه بمصر(لهيعه بن عيسى الحضرمى) الا حباس۔[33]

(اسی طرح عہد عباسی میں وقف کے ادارے کا صدر الوقف رئیسا یسمی تھا، اور وہ اس ادارے کے نظم و نسق کا ذمہ دار تھا اور عہد مامون میں قاضی نے لحیعہ بن عیسی الحضرمی کو وقف کا منتظم بنایا۔)

عہد بنو عباسیہ میں وقف کو باقاعدہ ایک ادارہ کی شکل دی گئی اور مدارس کی صورت میں علمی وقف کیا گیا جہاں عوام الناس نے آکر تعلیم حاصل کی۔

عہد بنو عباسیہ میں علمی وقف پر خصوصی توجہ دی گئی اور اس دور میں علمی حوالے سے مسلمانوں کی حالت بہت بلند ہو گئی تھی اس دور میں مسلمان علمی ترقی کے عروج پر تھے۔

ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں:

انه كمل فيها بناء المدرسه المستنصريه ببغداد والتى بناها المستنصر بالله، ولم يبن مدرسة قبلها مثلها، ووقفت على المذاهب الاربعة، من كل طائفه اثنان و ستون فقيهاً، و اربعه معيدين، و مدرس لكل مذاهب، وشيخ حديث، و قارئان، و عشره مستمعين، و شيخ طب، وعشره من المسلمين يشتغلون بعلم الطب ، و مكتب للا يتام ، وقدر للجميع من الخبز واللحم والحلوى والنفقه ما فيه كفايه لكل واحد[34]

(انہوں نے بغداد میں مدرسہ مستنصریہ بنوایا اور اسے اللہ کی راہ میں مذاہب اربعہ کے لیے وقف کر دیا تمام گروہوں کے ۶۲ فقہاہ کرام وہاں موجود تھے جن میں تمام مسالک کے فقہی، شیوخ حدیث اور قاری، اور طب کے ماہر یہاں علم کے

حصول میں مشغول ہوتے تھے، اور یتیم بچوں کے لیے یتیم خانے کھولے گئے جہاں ان کے نان و نفقہ کی مکمل کفالت کی جاتی تھی۔)

بنو عباس میں علمی وقف پر خاص توجہ دی گئی تھی یعنی اس دور میں علم کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ اور اس دور میں علما کی ایک جماعت پیدا ہوئی۔

دولتِ عباسیہ کی تنزلی کے بعد شمالی افریقہ کے شہر قیروان میں سلطنت فاطمیہ بنی اور پھر مصر، شام اور لیبیا میں بھی انکا قبضہ ہو گیا انہوں نے مصر کے شہر قاہرہ کو اپنا دار الخلافہ بنایا جہاں ایک نئے سرے سے اوقاف کا ادارہ بنا۔ جہاں انہوں نے پہلا بڑا وقف جامعہ الازہر بنا کر کیا جو کہ آج بھی اپنی مثال آپ ہے۔

فاطمی دور:

سلطنت فاطمیہ سلطنت عباسیہ کے ختم ہونے کے بعد مصر میں بنی۔

وفی العهد الفاطمی کذلک اهتم بعض الخلفاء، ومنهم الحاکم بامر الله بالاوقاف وخصوصاً فیما یتعلق بالمساجد والمئوسسات الخیریة وکذلک فعل الوزیر الفاطمی الصالح طلائع بن زریک والذی اوقف اوقافاً کثیرة[35]

(عہد فاطمی میں بعض خلفاء اور حاکمین نے اوقاف کا خصوصاً اہتمام کیا اور مساجد اور رفاہی ادارے تعمیر کروائے اور اسی طرح فاطمی وزیر صالح طلائع بن زریک نے کافی زیادہ وقف پر خرچ کیا۔)

لہذا فاطمی دور میں بھی پہلی مسلم حکومتوں کی طرح وقف پر توجہ دی گئی تھی۔

سلطنت عثمانیہ کا دور:

عہد سلطنت عثمانیہ میں چونکہ اسلامی سلطنت کا دائرہ کافی وسیع ہو چکا تھا لہذا اس دور میں بہت سے اوقاف کے ادارے اور قوانین بنے، اس دور میں اوقاف کے متولیوں کا احتساب کیا جاتا تھا اور متولی وقف اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں جوابدہ ہوتا تھا۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے:

ومن الانظمه التی صدرت فی العهد العثمانی نظام اداره الاوقاف الذی نظم کیفیاة مسک القیود من قبل مدیر ی الاوقاف، و کیفیة محاسبة مدیر الاوقاف الجدید لسلفه، و روية محاسبات متولی الاوقاف الملحقة، و تعمیر و انشاء المبانی العقارات الخیریة المظبوطة والملحقة، وکیفیة تحصیل حاصلات الاوقاف، و غیر ذلک من الاحکام الخاصة بتنظیم ادارة الاوقاف المضبوطة والملحقة[36]

(عہدِ عثمانی میں اوقاف کو باقاعدہ طور پر منظم کیا گیا اس سے پہلے یہ ادارہ اوقاف کے مدیر پر بغیر کسی پابندی کے کام کرتا تھا پھر عہد عثمانی میں اسے منظم کرنے کے لیے اوقاف کے ادارے کے متولی کے لیے کچھ حدود و قیود کا تعین کیا گیا اور متولی وقف کا احتساب کیا جاتا اور اس دور میں بہت سی غیر منقولہ جائیداد (جو کہ رفاہی کاموں کے لیے تھی) پر عمارات بنائی گئی اور اوقاف کو ان سے آمدنی ہوتی، اور یوں اوقاف کے ادارے کو مضبوط کیا گیا۔)

اوپر بیان کردہ حقائق کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ وقف کے ادارے میں ہر حکومت میں ترامیم و اضافہ جات کیے گئے تھے یعنی ادارے کا مدیر پہلے بغیر کسی پابندی کے ہر کام کا ذمہ دار تھا لیکن بعد میں اس پر حدود و قیود یعنی اس پر قوانین لاگو کیے گئے جس کا مقصد متولی کا احتساب کرنا تھا تاکہ نظام شفاف طریقے سے چلے۔

چونکہ وقف کا ادرہ شروع ہی سے خود مختار ادارہ تھا اس لیے اس کے لیے حدود و قیود کا تعین کرنا بہت ضروری تھا تاکہ معاملات احسن طریقے سے چلیں اور شفافیت برقرار رہے۔ لہذا اس دور میں اوقاف کے ادارے نے فروغ حاصل کیا اور ادارہ مزید مضبوط ہوا۔

یعنی ہر دور میں وقف کے ادارے میں وقت کی ضرورت کے مطابق ترامیم کی گئی جو کہ اجتہادی تبدیلیاں ہیں چونکہ اسلام میں صدقہ کی اصطلاح کو وقف کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ لہذا شریعت میں جو حکم اور شرائط صدقہ کے لیے ہے وہی حکم وقف کا ہے۔ کیونکہ وقف کی اصطلاح نبی کریم ﷺ اور صحابہؓ کے دور میں استعمال نہیں کی جاتی تھی بلکہ اس دور میں صدقہ کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا جس کا براہ راست حکم نص قرآنی سے اور حدیث نبوی سے ثابت ہے۔ جس کا ذکر آگے فصل سوم میں آرہا ہے۔

ان قوانين ادارةالاوقاف التى صدرت فى العراق ، قد اخذت كثير من احكامها، والتعاريف ،الواردة فيها، من نظام المسقفات والمستغلات الوقفية، ومن قانون العاراضى العثمانى[37]

(عراق میں قانون وقف بنائے گئے اور اس حوالے سے بہت سارے احکامات بھی صادر کیے گئے اور اوقاف کے لیے جائیداد اور زمین عثمانی قانون اراضی میں سے وقف کی گئی۔)

لہذا عہدِ عثمانی میں اوقاف کے ادارے کو فروغ ملا اور عثمانی حکمرانوں نے وقف کے حوالے سے بہت سارے قوانین بھی بنائے۔ اور یوں وقف کا دائرہ کار وسیع ہوا۔

اسلام میں وقف کی تاریخ کے حوالے سے انگریز سکالر بھی لکھتے ہیں کہ اسلام میں وقف کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔

(وقف اسلامی دنیا کا سب سے اہم قانونی ادارہ رہا ہے۔ اس نے اسلامی تہذیب کی بنیاد فراہم کی، جیسا کہ یہ تمام مذاہب کے ساتھ جڑی ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی زندگی اور سماجی معیشت۔)[38]

وقف کے ادارے نے اسلامی تہذیب کو بنیاد فراہم کی اور اس میں وقت کیساتھ بہتری آئی۔ یعنی وقت کیساتھ ساتھ وقف کے قوانین بنائے گئے اور ان قوانین میں وقت کی ضرورت کے مطابق ترامیم واضافہ جات بھی کیے گئے۔ یعنی وقف کا ادارہ بنیادی طور پر اسلامی دنیا کا ایک اہم ادارہ تھا۔

یہ ایک ایسا ادارہ تھا جس کے ذریعے ہسپتالوں میں مالی امداد دی جاتی تھی۔ شاہراہیں بنائی جاتی تھیں، نہروں کے اوپر سے عوام کی بہتری کے لیے راستہ بنانے کے لیے پل بنائے جاتے تھے۔ چونکہ وقف کا سارا دارومدار عوامی فلاح ہی تھا لہذا ہر معاملے میں عوامی فلاح کو مدِ نظر رکھا جاتا تھا۔

اس حوالے سے انگریز سکالر جارج لکھتے ہیں:

(مساجد، سکولوں اور ہسپتالوں سے لے کر شاہراہوں تک، پلوں، بازاروں اور سرائے، زیادہ تر پبلک سیکٹر کی مالی اعانت اوقاف کے ذریعے کی جاتی تھی۔ کیونکہ وقف نے اسلامی قانون کے تحت واحد مستقل تنظیمی شکل فراہم کی، یہ سب سے زیادہ تھی۔ دیرپا خدمات کی مالی اعانت کے لیے موزوں قانونی شکل۔ چھوٹے تعجب کی بات ہے کہ بیسویں صدی میں جدید ریاست کے آغاز سے پہلے پورے شعبے میں مسلم دنیا میں عوامی خدمات کا انتظام اوقاف کے ذریعے کیا جاتا تھا۔)[39]

وقف کا ادارہ بنانا ایک اجتہادی کام تھا لہذا وقت کیساتھ ساتھ اس میں تبدیلیاں آتی رہیں اور وقف نے فروغ حاصل کیا۔ جس کے معترف غیر مسلم سکالر بھی ہیں۔ اور ان کی تحریروں میں اسلام میں اوقاف کے ادارے کی کارکردگی کے بارے اطمینان بخش رائے موجود ہے۔

اوقاف پاک وہند:

ہندوستان میں بھی مسلمان حکمرانوں کے دور میں وقف کو بہت فروغ حاصل ہوا اور اس کی ترقی کے لیے کام کیا گیا، اس کے لیے زمینیں، جائیدادیں، اور املاک وقف کی گئیں۔ یوں وقف کو فروغ حاصل ہوا۔

جیسا کہ محمود الحسن لکھتے ہیں:

ہندوستان بھی دوسرے اسلامی ممالک کی طرح اوقاف کے فروغ میں پیچھے نہیں رہا سلاطین دہلی میں سے سلطان بختیار خلجی نے جب رنگ پور کا شہر آباد کیا تو وہاں بہت سی مساجد اور اور خانقاہیں تعمیر کروائیں، اور ان کے لیے اوقاف مخصوص کیے۔ اسی طرح شمس الدین التمش نے بدایوں اور دہلی میں معزیہ کے نام سے مدرسے قائم کیے اس عہد میں دہلی ملتان اور جالندھر میں بعض مدارس کا ذکر ملتا ہے[40]

دہلی کے مسلمان بادشاہوں نے وقف کی ترقی کے لیے کام کیا اس دور میں خانقاہیں، اور مساجد، تعمیر ہوئیں۔ اور مدرسے قائم کیے گئے جن میں ملتان اور جالندھر میں مدارس کی تعمیرات کا ذکر ملتا ہے۔

خلجی خاندان میں سلطان علاؤالدین خلجی کے دور میں مساجد، مقبرے، خانقاہیں، مزارات اور مذہبی ادارے قائم کیے گئے۔

جیسا کہ محمود الحسن لکھتے ہیں:

اسی طرح خلجی خاندان میں سے سلطان علاؤالدین خلجی نے بہت سی مساجد، مقبرے، اور خانقاہیں تعمیر کروائیں اور ان کے اخراجات کا بھی بندوبست کیا خاندان تغلق میں فیروز شاہ تغلق نے دہلی میں مدرسہ فیروزآباد تعمیر کیا۔[41]

برصغیر پاک وہند میں بھی وقف کے حوالے سے کافی کام ہوا ہر دور میں مسلم حکمرانوں نے وقف کے فروغ کے لیے اپنا پنا کردار ادا کیا ہے۔ برصغیر پاک وہند میں زیادہ تر مزارات اور خانقاہوں پر اشیاء وقف کی گئیں۔ اس کے علاوہ یتیم خانے، دارالعلوم، اور مدارس کی تعمیر کروائی۔

اس حوالے سے محمود الحسن لکھتے ہیں:

بہمنی سلطنت کے سلطان محمود شاہ ایک علم دوست انسان تھا اس نے مدارس اور یتیم خانے تعمیر کروائے سلطان محمود شاہ بہمنی دوم کے وزیر اعظم محمود گاواں نے بیدر میں ایک عظیم الشان دارالعلوم قائم کیا جس کے اخراجات پورے کرنے کے لیے ایک بہت بڑی جاگیر بھی وقف کی گئی تھی جونپور جسے کسی زمانے میں ہندوستان کا شیراز کہا جاتا تھا وہاں پر بے شمار مساجد اور دارالعلوم تھے، مغلیہ سلطنت کے دور میں بھی وقف نے کافی فروغ حاصل کیا اور بہت سی مساجد اور مدارس تعمیر کیے گئے خاص طور پر اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں لکھنو اودھ، دیوا، جائس، اور بلگرام میں بڑے بڑے مدارس تھے جن میں طلبہ کی کفالت کے لیے بڑی بڑی جاگیریں وقف کی گئی تھیں۔[42]

اورنگ زیب عالمگیر ایک لائق مسلم حکمران تھا اس کے دور میں اسلام نے کافی فروغ حاصل کیا، اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد مسلمانوں کا شیرازہ بکھر گیا اور کچھ ہی عرصہ بعد ہندوستان پر انگریزوں نے تسلط جما لیا اور مسلمانوں نے انگریز کے خلاف جنگ آزادی لڑی جس میں وہ ناکام ہوئے اور یوں ہندوستان ایک صدی کے لیے برطانوی حکومت کے زیرِ تسلط چلا گیا۔ اور پھر ایک صدی کے بعد جب انگریز ہندوستان سے گیا تو پھر دو ریاستیں وجود میں آئیں ایک وہی ہندوستان اور دوسری مسلم ریاست پاکستان جو اسلام کے نام پر بنی جس کے بانی قائدِ اعظم محمد علی جناح تھے۔

اوپر بیان کردہ حقائق اور مختلف اسلامی حکومتوں میں وقف کے حوالے سے کی گئی اصلاحات اور قوانین کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہر مسلم دور میں اور اس سے پہلے بھی وقف کو بہت اہمیت دی جاتی تھی اور اس ادارے کو خود مختار ادارے کے طور پر حیثیت حاصل تھی۔ اس ادارے کا نظم و نسق حکومت چلاتی تھی اور اس محکمہ کی نگرانی قاضی وقت کرتا تھا۔

خلاصہ بحث:

اس فصل میں اسلام کی تاریخ کی روشنی میں وقف کی حیثیت اور وقف کی تاریخ کے بارے بتایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اسلام سے قبل جو وقف کی تاریخ ہے اسے بھی بیان کیا گیا ہے۔ یعنی قبل از اسلام وقف کی کیا حیثیت تھی اور اس کی کیا کیا صورتیں تھیں۔ اسلام کے قانون وقف اور اسلام سے قبل وقف کی صورت حال میں کتنا فرق ہے۔ بنیادی طور پر اسلام میں وقف کا آغاز حضور ﷺ کے عمل سے ہوتا ہے جب انہوں نے مساجد کی صورت میں وقف کرنا شروع کیا اور اس کے علاوہ اپنی ذاتی اشیاء جیسا کہ اوپر فصل میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے باغ بھی وقف کر دیا تھا پھر اس کے بعد صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی تقلید کی اور صحابہؓ نے بھی اپنی اشیاء وقف کرنا شروع کیں اور یوں حضرت عمرؓ کے وقف سے اسلام میں وقف کی باقاعدہ داغ بیل پڑ گئی اور یہی سے وقف کا آغاز ہوتا ہے۔ اس کے بعد آنے والی مسلم حکومتوں نے وقف کے ادارے کو مضبوط کیا اور بنو امیہ کے دور میں قاضی کی سر براہی میں وقف کا باقاعدہ ادارہ بنایا گیا۔ بنو امیہ کے دور میں وقف پر خاصی توجہ دی گئی اور باقاعدہ وقف کے ادارے کی تشکیل بنو امیہ کے دور میں ہی ہوئی۔

اور اسی طرح آنے والی مسلم حکومتوں نے اس ادارے کو مزید مضبوط کیا اور اس کے قوانین و ضوابط میں وقت کے ساتھ تبدیلی آتی رہی۔ بنو عباس کے دور حکومت میں بھی وقف پر خاصی توجہ دی گئی اور اس دور میں علمی وقف پر بہت توجہ دی گئی۔ اس کے بعد فاطمی دور میں، اور سلطنت عثمانیہ میں وقف کے قوانین میں وقت کی ضرورت کے مطابق تبدیلیاں لائی گئیں۔ اور یوں متولین اوقاف پر پابندیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور اسی طرح بر صغیر پاک و ہند میں قوانین وقف بنائے گئے اور یوں وقت کے ساتھ ساتھ وقف کے قوانین میں وقت کی ضرورت کے مطابق تبدیلیاں آتی گئیں۔

حوالہ جات:

1. العبد السلام، احمد بن صالح۔ تاریخ الوقف عند المسلمین و غیر ھم۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ 2000ء
2. الکبیسی، محمد عبید عبد اللہ۔ احکام الوقف فی الشریعۃ الاسلامیۃ۔ بغداد: الارشاد 1977ء
3. ابن خلدون، عبد الرحمن۔ مقدمہ ابن خلدون۔ بیروت: المکتب الاسلامی 1992ء
4. الجاسر، سلیمان بن جاسر بن عبد الکریم۔ الوقف واحکامہ فی ضوء الشریعۃ الاسلامیۃ۔ الریاض: مدار الوطن للنشر 1433ھ
5. ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع۔ الطبقات الکبری۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ 1985ء
6. اُابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر۔ السیرۃ النبویہ۔ بیروت: دار الفکر 1410ھ
7. النووی، ابو زکریہ یحی بن شرف۔ شرح النوی علی صحیح مسلم۔ مصر: المطبعۃ المصریہ 1348ھ
8. البخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ مصر: دار السلام للنشر والتوزیع 1995ء
9. ابن خزیمہ، صحیح ابن خزیمہ۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ 1998

10. فاکھی، محمد بن اسحاق بن العباس۔اخبار مکہ فی قدیم الدھر وحدیثہ، بیروت: دار خضر للطباعہ والنشر 1994ء
11. الطبری،ابن جریر،ابو جعفر محمد۔التاریخ الطبری۔بیروت: دار صادر 2019ء
12. ابن کثیر،ابوالفداء اسماعیل بن عمر۔تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ)۔بیروت: مکتبہ المعارف 1997ء
13. السیوطی، جلال الدین۔حسن المحاضرہ۔بیروت: دار صادر 2000ء
14. المقریزی،احمد بن علی۔المواعظ والاعتبار۔لندن: مئوسسۃ الفرقان للتراث الاسلامی 2002ء
15. الزرکلی، خیر الدین۔الاعلام۔بیروت: دار العلم للملایین 2005ء
16. الکتبی، محمد بن شاکر۔فوات الوفیات۔بیروت: دار صادر 1973ء
17. المقریزی،احمد بن علی۔السلوک لمعرفۃ دول الملوک۔بیروت: دار الکتب العلمیہ 1997ء
18. محمود الحسن،ڈاکٹر۔اسلام کا قانون وقف مع تاریخ مسلم اوقاف۔لاہور: دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری 1994ء

Refrences :

1. PG Hennigan,Peter G. *The Birth of a Legal Institution: The Formation of the Waqf in Third-Century A.H. Ḥanafī Legal discourses*. Brill:amazon 2004,
2. Makdisi, George. *The Rise of Colleges: Institutions of Learning in Islam and the West.* Edinburgh:Edinburgh University Press 1981

---

1 العبد السلام ، احمد بن صالح ؕ-تاریخ الوقف عند المسلمین و غیرھم- بیروت : دارالکتب العلمیہ 2000ء، ص: 10

2 الکبیسی، محمد عبید عبد اللہ- احکام الوقف فی الشریعۃ الاسلامیۃ- بغداد: الارشاد1977ء،ج: 1، ص: 21

3 ابن خلدون،عبد الرحمن- مقدمہ ابن خلدون -بیروت: المکتب الاسلامی 1992ء،ج: 3، ص: 846

4 الشافعی، کتاب الام، ج:3 ، ص:280

5 الجاسر، سلیمان بن جاسر بن عبد الکریم- الوقف و احکامہ فی ضوء الشریعۃ الاسلامیۃ-الریاض: مدار الوطن للنشر 1433ھ،ص:16

6 ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع-الطبقات الکبری - بیروت: دار الکتب العلمیہ 1985ء، ج: 1، ص: 388

7 اابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر-السیرۃ النبویہ-بیروت :دار الفکر 1410ھ، ج3 ، ص :۷۲

العبد السلام ، تاریخ الوقف عند المسلمین و غیرھم ، ص: 228

9 النووی، ابو زکریہ یحی بن شرف - شرح النوی علی صحیح مسلم - مصر : المطبعۃ المصریہ 1348 ھ ،ج:11 ،ص:85

10 ایضا، ج:11 ،ص:86

11 البخاری،محمد بن إسماعیل- الجامع الصحیح - مصر:دارالسلام للنشر والتوزیع1995ء، کتاب الشروط ، باب : باب الشروط فی الوقف ،ج: 3، ص:198 ،رقم الحدیث: 373

12 ابن خزیمہ، صحیح ابن خزیمہ - بیروت : دارالکتب العلمیہ 1998,رقم الحدیث:2383 ، ص:453

13 البخاری ،الجامع الصحیح، کتاب الوصایہ، باب : اذا وقف ارضا او بئراً، و اشترط لنفسہ مثل دلاہ المسلمین ،ج:2 ، ص 101،رقم الحدیث:2778

14 العبد السلام ، تاریخ الوقف عند المسلمین و غیرھم ، ص:26

15 العبد السلام ، تاریخ الوقف عند المسلمین و غیرھم ، ص:26

ایضا، ص: 2016

17 فاکھی، محمد بن اسحاق بن العباس۔ اخبار مکہ فی قدیم الدھر و حدیثہ، بیروت: دار خضر للطباعہ والنشر 1994ء،ج:2 ، ص: 192

18 الطبری ،ابن جریر ، ابو جعفر محمد ۔التاریخ الطبری۔ بیروت: دار صادر 2019ء، ج:3 ، ص: 192

19 العبد السلام،تاریخ الوقف عند المسلمین و غیرھم ، ص:21

20 ایضا، ص:22

21 ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر ۔ تاریخ ابن کثیر(البدایہ والنہایہ)۔ بیروت : مکتبہ المعارف1997ء ،ج:8،ص:101

22 العبد السلام، تاریخ الوقف عند المسلمین، ص:38

23 العبد السلام، تاریخ الوقف عند المسلمین،ص:26

24 العبد السلام ،تاریخ الوقف عند المسلمین،ص:13

25 الكبيسي، أحكام الوقف في الشرعية الإسلامية، ج:1 ،ص :38

26 السیوطی، جلال الدین۔ حسن المحاضرہ۔ بیروت: دار صادر 2000ء، ج:2 ، ص:168

27 المقریزی، احمد بن علی۔ المواعظ و الاعتبار۔ لندن:مئوسسۃ الفرقان للتراث الاسلامی 2002ء،ج:4 ،ص:691

28 السیوطی، جلال الدین۔ حسن المحاضرہ۔ بیروت: دار صادر 2000ء، ج:2 ، ص:168

28 المقریزی، المواعظ و الاعتبار،،ج: 4،ص:92

29 الزرکلی، خیر الدین۔الاعلام۔بیروت :دارالعلم للملایین2005ء، ج:8 ،ص:121

30 الکتبی، محمد بن شاکر۔ فوات الوفیات۔ بیروت : دارصادر1973ء،ج:4 ،ص:254

31 المقریزی، احمد بن علی ۔السلوک لمعرفۃ دول الملوک۔ بیروت :دارالکتب العلمیہ 1997ء،ج:1 ،ص:112

32 العبد السلام ، تا ریخ الوقف عند المسلمین و غیرھم ،ص:32

33 ایضا،ص:45

34 ابن کثیر،تاریخ ابن کثیر(البدایہ والنہایہ)، ج:2 ،ص:178

35 العبد السلام ، تا ریخ الوقف عند المسلمین و غیرھم ،ص:47

36 الكبيسی، أحكام الوقف في الشرعية الإسلامية، ج:١،ص :41

37 الكبيسی، أحكام الوقف في الشرعية الإسلامية، ص:4

38 PG Hennigan,Peter G. *The Birth of a Legal Institution: The Formation of the Waqf in Third-Century A.H. Ḥanafī Legal discourses*. Brill:amazon 2004,p: 192-93.

39 Makdisi, George. *The Rise of Colleges: Institutions of Learning in Islam and the West.* Edinburgh:Edinburgh University Press 1981,p:45

40 محمود الحسن،ڈاکٹر۔اسلام کا قانون وقف مع تاریخ مسلم اوقاف۔لاہور: دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری1994ء،ص:250

41 محمود الحسن،اسلام کا قانون وقف مع تاریخ مسلم اوقاف،ص:250

42 ایضا،ص،28